# اختر الایمان: مختصر نظم کا شاعر

نبیل مشتاق
لیکچرار اردو
گورنمنٹ ڈگری کالج کاہنہ نو، لاہور

# AKHTARUL IMAN: A POET OF SHORT POEM

Nabeel Mushtaq
Lecturer in Urdu
Govt. Degree College Kahna Nau, Lahore

**Abstract**

Akhtar-ul-Iman is an established poet of modern poem. Ten anthologies of his poetry and one compilation have been published so far. His verse anthologies include Gardaab, Sub Rung, Tareek Sayyarah, Aab-e-Joo, Yadein, Bint-e-Lamhat, Naya Ahang, Sar-o-Samaan, Zameen Zameen and Zamistan Sard MehriKa. His style of writing is both symbolical and metaphorical which brings precision in his poems. The introduction of short poem in Urdu literature is credited to him. The paper is a study of Akhtar-ul-Iman's short poems.

**Keywords:**

اختر الایمان، شمشاد جہاں، عقیل احمد صدیقی، اردو، شاعری، دہلی، کراچی، نظم، خود فریبی

اخترالایمان کا شمار بیسویں صدی عیسوی کے اہم نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔انھوں نے جس زمانے میں شاعری کا آغاز کیا،وہ زمانہ اردو میں جدید طرز شاعری کے حوالے سے ایک نیا موڑ تھا۔اردو شاعری میں اصناف،اسلوب اور تکنیک کے اعتبار سے نئے نئے تجربے ہورہے تھے۔اردو شاعری میں نظم،غزل کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل کرگئی تھی۔خاص طور پر نظمیہ اردو شاعری میں نظم معرا اور نظم آزاد جیسی اصناف نے جگہ بنالی تھی۔ان اصناف شاعری میں علامت سازی کا رجحان عام تھا۔کئی اردو شعرا نے علامتی طرز اسلوب کو اپنا لیا تھا۔اس زمانے میں ن ۔م راشد،مجید امجد اور میراجی کے نام خاص مقام رکھتے ہیں۔ اخترالایمان بھی اسی زمانے کے شاعر تھے لیکن ان کی شاعری کو خاص مقبولیت بہت بعد میں نصیب ہوئی۔ اخترالایمان خاص نظم کے شاعر تھے اور انھوں نے آزاد اور معرا دونوں قسم کی نظمیں کہی تھیں۔ان کے ہاں کہیں کہیں نثری نظم کا اثر بھی ملتا ہے۔اخترالایمان کی نظموں میں ان کی مختصر نظمیں زیادہ اہم اور کامیاب ہیں۔اخترالایمان سے پہلے اردو شاعری میں مختصر نظم کا رواج عام نہیں تھا۔انھوں نے اردو شاعری میں مختصر نظم کو پہچان عطا کی اور مختصر نظم کے تجربے کیے۔اخترالایمان کے بعد منیر نیازی اور شہریار نے مختصر نظم کی روایت کو آگے بڑھایا۔اخترالایمان کی شاعری کے دس مجموعے اور ایک کلیات اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ان مجموعوں اور کلیات میں شامل کلام میں بڑی تعداد مختصر نظموں کی ہے۔ان کا بہت سارا کلام ابھی تک اِدھر اُدھر رسائل میں بکھرا پڑا ہے،جس کو سمیٹ کر ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر شمشاد جہاں کا کہنا ہے:

> ”ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد اُن کے کل دس شعری مجموعوں اور ایک کلیات کی اشاعت ہو چکی ہے۔اس کے علاوہ بہت سارا کلام رسالوں کے صفحات میں موجود ہے اور ان کی شاعری جو وقتی طور پر ہنگامی موضوعات کی گھن گرج میں دب سی گئی تھی،اب نئے انداز سے مرکز توجہ بن رہی ہے۔“(۱)

ڈاکٹر شمشاد جہاں کی یہ بات خاصی حد تک ٹھیک ہے کہ اخترالایمان کی شاعری کو ابتدا میں کوئی خاص پذیرائی نصیب نہیں ہوئی تھی،کیوں کہ ان کا انداز نیا اور اچھوتا تھا اور نئے انداز کو اپنا راستہ بنانے میں ایک وقت لگتا ہے۔وقت کے ساتھ ان کی شاعری قعر گمنامی سے نکل کر شہرت کے ایوانوں تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔اخترالایمان کا شعری کلیات دہلی سے ۲۰۰۰ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس سے شائع ہوا تھا۔اس کے مرتب سلطان ایمان اور بیدار بخت تھے۔اس کلیات میں ۱۰ فصول کی صورت میں اُن کی شاعری کو ترتیب دیا گیا ہے۔ان فصول میں گرداب،فصل ۱ (اشاعت:۱۹۴۳)، سب رنگ،فصل ۲ (سال تصنیف:۱۹۴۳)، گرداب کے بعد کی ایک نظم،فصل ۳ (اشاعت: ۱۹۴۸)،تاریک سیارہ، فصل ۴ (اشاعت:۱۹۵۲)، آب جو،فصل ۵ (اشاعت:۱۹۵۹)، یادیں (اشاعت:۱۹۶۱)، بنت لمحات، فصل ۶ (اشاعت:۱۹۶۹)، نیا آہنگ،فصل ۷ (اشاعت:۱۹۷۷)،سروساماں،فصل ۸ (اشاعت:۱۹۸۳)،زمین زمین،

فصل ۹ (اشاعت: ۱۹۹۰)، اورزمستاں سردمہری کا (اشاعت: ۱۹۹۷)، شامل ہیں۔کلیاتِ اختر الایمان کو جن دس فصول میں تقسیم کیا گیا ہے اصل میں وہی اُن کے شعری مجموعے بھی ہیں۔

اختر الایمان خالص نظم کے شاعر ہیں اور نظم میں بھی مختصر نظم ان کا خاص میدان ہے۔مختصر نظم کا تصور اختر الایمان سے پہلے اردو شاعری میں اتنا عام نہیں تھا۔اختر الایمان نے زیادہ تر چار سے تیرہ مصرعوں پر مشتمل نظمیں تخلیق کیں۔انھوں نے ان نظموں میں اپنی ذات اور عام انسانی زندگی کے جن اہم اور وسیع موضوعات کو بیان کیا ہے وہ ان کی انفرادیت اور شعری صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔اختر الایمان کی سب سے مختصر نظم ''نیاز'' کے عنوان سے ہے جو محض چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔انھوں نے مختصر نظموں کے ساتھ ساتھ کچھ طویل نظمیں بھی لکھیں لیکن ان کی مختصر نظموں کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ ان کی طویل نظموں کے حصے میں نہیں آئی ہے۔ ان کی سب سے طویل نظم ''سب رنگ'' ہے جس کا انداز تمثیلی ہے۔اس نظم میں مختلف جانوروں اور پرندوں کو کرداروں کے روپ میں پیش کیا گیا ہے جیسے سانپ، گدھا، بندر، چڑیا، گینڈا، خچر، بیل، ہُدہُد، کتا، اُلو وغیرہ۔ یہ نظم ڈرامائی انداز کی تمثیل ہے لیکن اس نظم کو کوئی خاص پذیرائی نہیں مل سکی۔ان کی مختصر نظمیں روایتی پابند نظموں کے ساتھ ساتھ معرا اور آزاد نظم کے ہیئتی تجربے ہیں۔اختر الایمان کا شمار ایسے شاعروں میں ہوتا ہے جنھوں نے نظم کو اس کے روایتی سانچوں سے نکال کر نئے تجربات کا مظہر بنایا ہے۔وہی موضوعات جو طول طویل نظموں میں بیان کیے جاتے تھے انھوں نے چار چھ مصرعوں کی مختصر نظموں میں بیان کرنے کا قرینہ اور سلیقہ سکھایا ہے۔ اختر الایمان کا اپنی مختصر نظموں کے بارے میں کہنا ہے:

> ''میں نے مختصر نظمیں کبھی پلان کر کے نہیں کہیں، ہمیشہ چلتے پھرتے کہی ہیں۔اس کے برعکس طویل نظمیں ہمیشہ پلان کر کے کہی ہیں۔'' (۲)

اختر الایمان کا یہ کہنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ شاعر کی مختصر نظمیں شعوری کوششوں کا حاصل نہیں ہیں بلکہ یہ نظمیں لاشعوری طور پر خود بخود شاعر کے ذہن میں وارد ہوتی رہی ہیں اور شاعر انھیں نوکِ قلم سے صفحوں کی زینت بناتا رہا ہے۔قیاس غالب ہے کہ اگر اختر الایمان شعوری طور پر منصوبہ بندی کر کے ایسی مختصر نظمیں لکھتے تو ان میں وہ تاثر اور آہنگ کی چاشنی نہیں ہوتی تھی جو بغیر منصوبہ بندی کے چلتے پھرتے لکھنے سے پیدا ہو گئی ہے۔اختر الایمان کے شعری مجموعوں میں ایسی بہت سی نظمیں موجود ہیں۔ان نظموں میں ایک جہان معانی ہے۔نظم ''سوگ'' ایسی ہی ایک مثال ہے:

مرنے والوں کو، غم کا شوق فراواں کیوں ہو
کس نے اپنا حال سُنا ہے، ہم ہی کس کا درد بنا ہیں
یہ دنیا، یہ دنیا والے اپنی اپنی فکروں میں ہیں
اپنا اپنا توشہ سب کا، اپنی اپنی سب کی راہیں

وہ بھی مُردہ، ہم بھی مُردہ، وہ آگے ہم پیچھے پیچھے
اپنے پاس دھرا ہی کیا ہے، ننگے آنسو، بھوکی آہیں (۳)

شاعر کی یہ نظم انسانی جذبات میں اضطراب اور تذبذب پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔ چھ مصرعوں کی اس مختصری نظم میں شاعر نے بے حس مُردہ انسانیت، انسانی خودغرضی اور خودپسندی کا جس انداز سے نقشہ کھینچا ہے وہ حقیقی اور پُراثر ہے۔ جب کہ بہت سے شاعر یہ کام طویل ترین نظموں میں بھی نہیں کر پاتے ہیں۔ اختر الایمان نے انسانوں کو مردہ قرار دیا ہے اور اس مردہ ہونے کی وجہ انسانیت سے دوری اور خودغرضی کو قرار دیا ہے۔ نظم "اظہار" دیکھیے:

دبی ہوئی ہے مرے لبوں میں کہیں پہ وہ آہ بھی جواب تک
نہ شعلہ بن کر بھڑک سکی ہے نہ اشکِ بے سود بن کے نکلی
گھٹی ہوئی ہے نفس کی حد میں، جلا دیا جو جلا سکی ہے
نہ شمع بن کر پگھل سکی ہے، نہ آج تک دُود بن کے نکلی
دیا ہے بے شک مری نظر کو وہ ایک پرتو جو درد بخشے
نہ مجھ پہ غالب ہی آ سکی ہے، نہ میرا مسجود بن کے نکلی (۴)

نظم میں شاعر نے معاشرتی تضادات پر اپنی بے بسی کا حال بیان کیا ہے اور یہ صرف شاعر کی ہی نہیں بلکہ عام انسان کی حالت بھی ہے۔ انسان اتنا بے بس اور مجبور ہو چکا ہے کہ اس کے لبوں سے دنیا میں ہونے والے ظلم کے خلاف صدائے احتجاج تو دور کی بات ہے آنکھوں سے آنسو اور دل سے آہ نکلنا بھی مشکل امر ہو گیا ہے۔ انسان اپنے آس پاس ظلم و بربریت اور تباہی و بربادی ہوتے تو دیکھتا ہے لیکن اس کے خلاف احتجاج کرتا ہے اور نہ ہی اس کا دل اس ظلم و زیادتی پر روتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ نظم "جمود" کے اشعار ملاحظہ ہوں:

تم سے بے رنگیٔ ہستی کا گلہ کرتا تھا
دل پہ انبار ہے خوں گشتہ تمناؤں کا
آج ٹوٹے ہوئے تاروں کا خیال آیا ہے
ایک میلہ ہے پریشان سی امیدوں کا
چند پژمردہ بہاروں کا خیال آیا ہے
پاؤں تھک تھک کے رہے جاتے ہیں مایوسی میں
پُرمحن راہ گزاروں کا خیال آیا ہے
ساقی و بادہ نہیں، جام و لبِ جُو بھی نہیں
تم سے کہنا تھا کہ اب آنکھ میں آنسو بھی نہیں! (۵)

اختر الایمان نے اس مختصری نظم میں زندگی کی بے رنگی، تمناؤں کی عدم تکمیل، پژمردہ بہاروں اور انسانی مایوسی کا گلہ کیا ہے۔ان کی بہت سی نظمیں ایسے ہی خیالات اور جذبات کی ترجمان ہیں۔ان کی مختصر نظموں میں لفظیات، علامات اور استعاروں کی خیالات سے مکمل مطابقت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ان کی مختصر نظموں کا خاص پہلو ان کا علامتی انداز بھی ہے۔انھوں نے علامتوں اور استعاروں کی مدد سے نظموں میں اختصار کا عنصر پیدا کیا ہے۔عقیل احمد صدیقی، اختر الایمان کی علامت سازی کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان کی متعدد نظموں میں ''علامت سازی'' کی کوشش ملتی ہے ہر چند کہ یہ اکہری اور واضح علامتیں ہیں۔اس طرح کی کوشش سے اختر الایمان کو یہ فائدہ ہوا ہے کہ وہ فکری انتشار سے بچے ہیں اور بہت حد تک نظم کو مرکزیت عطا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔''(۶)

عقیل احمد صدیقی کے مطابق اختر الایمان کی علامت سازی کی کوشش کے سبب ان کی نظم میں فکری مرکزیت پیدا ہوئی ہے اور ان کی نظموں کو فکری انتشار سے چھٹکارا نصیب ہوا ہے۔اگر اختر الایمان کی نظموں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی یہ علامتیں اپنے وجود میں کھردرا اور اکہرا پن لیے ہوئے ہیں۔اس کھردرے اور اکہرے پن کے باوجود ان کی علامتوں نے ان نظموں کی معنویت کو خوب مرکزیت عطا کی ہے۔ہم جوں جوں دلچسپی کے ساتھ ان علامتوں پر غور کرتے ہیں ایک جہان معانی وا ہوتا جاتا ہے۔ہمیں ایسا لگتا ہے کہ اختر الایمان نے جو بات پانچ چھ مصرعوں کی اس مختصر نظم میں بیان کر دی ہے، وہ بات بہت سے شعرا نے طویل ترین نظموں میں بھی نہیں کی۔اختر الایمان اپنی شاعری کے لہجے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''یہ کھردری، شبہات سے پُر، انتشار آمیز شاعری اس خلوص اور جذبہ محبت کے تحت وجود میں آئی ہے جو مجھے انسان سے ہے۔میں اس کے کرب، اس کی شدت درد کو انتہا پر پہنچ کر محسوس کرتا ہوں۔مجھے اس کی بے چارگی، کم مائیگی، بے بسی اور نارسی کے ساتھ ہمدردی ہے۔''(۷)

اختر الایمان نے اپنی شاعری کو کھردرا، شبہات سے پُر اور انتشار آمیز قرار دیا ہے۔انھوں نے اس کھردرے پن اور انتشار کا سبب انسانی زندگی کے انتشار کو ٹھہرایا ہے، جسے وہ شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور اپنی شاعری میں بیان کر دیتے ہیں۔اختر الایمان انسانیت کا درد رکھنے والے شاعر ہیں۔ان کی بیشتر نظموں میں انسان کی بے چارگی اور بے بسی سے متعلق مضامین بکھرے پڑے ہیں اور انھیں انسان کی بے چارگی، کم مائیگی اور نارسی سے بہت ہمدردی ہے۔لیکن ان کی نظموں کو پڑھ کر جو تاثر ابھرتا ہے وہ یہی ہے کہ ان کی ڈکشن اور خیالات میں ابہام بہت کم ہے اور ہر بات تھوڑی سی تگ و دو کے بعد عام قاری کی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ان کی علامتیں قاری کو الجھاتی نہیں ہیں بلکہ ان کے خیال کو مرکزیت عطا کرتی ہیں۔جس سے ان نظموں کا تاثر زائل نہیں ہونے پاتا ہے اور انسان خود کو ان جذبوں کا ہم نوا تصور کرتا ہے۔

اختر الایمان مزید لکھتے ہیں:

"جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ اس وقت نہیں لکھا جب ان تجربات اور محسوسات کی منزل سے گزر رہا تھا۔انھیں اس وقت قلمبند کیا ہے جب وہ تجربات اور محسوسات یادیں بن گئے تھے۔"(۸)

اختر الایمان کی شاعری کا بغور مطالعہ ہمیں اسی نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ ان کی شاعری بالخصوص نظمیں ماضی کے تجربات اور محسوسات کی یادیں ہیں۔یہ یادیں تلخ اور حسین دونوں طرح کی ہیں لیکن زیادہ تر نظمیں تلخ تجربات کا بیانیہ ہیں۔اختر الایمان کے ہاں ان ہی تلخ یادوں اور تجربات کی وجہ سے بعض محققین اور ناقدین نے ان کی شاعری کو اس عہد کے المیہ کرداروں کی آواز قرار دیا ہے۔اختر الایمان کی اپنی زندگی بھی تلخ تجربات سے دوچار رہی تھی اور انھوں نے زندگی میں بہت سے مصائب و مشکلات کا سامنا کیا تھا۔ان کی آپ بیتی میں ان تمام تلخ لمحات اور تجربات کا ذکر آیا ہے۔ڈاکٹر شکیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

"ٹوٹے ہوئے اور ٹوٹتے ہوئے رشتوں اور بکھرے ہوئے خوابوں اور یادوں کے ان آئینوں میں اس عہد کے المیہ کرداروں کی پہچان ہوتی ہے۔داخلیت کی آنچ دھیمی دھیمی سی ہے۔جس سے ذہن متاثر ہوتا ہے۔احساس تیز ہے،محسوسات کی دنیا ہے۔اختر الایمان کی ایسی نظموں میں اصوات کی تنظیم بھی قابل غور ہے۔خیالات کے مطابق اصوات کی نئی تشکیل سے بھی شاعر کی انفرادیت کی پہچان ہوتی ہے۔المیہ کردار کی جذباتی اور ذہنی زندگی کے تجربوں کے مطابق اصوات کی تنظیم ہوئی ہے۔"(۹)

ڈاکٹر شکیل الرحمٰن نے ایک طرف اختر الایمان کی نظموں کو ان کے عہد کے المیہ کرداروں کے ٹوٹے ہوئے خوابوں اور رشتوں کی پہچان قرار دیا ہے تو دوسری جانب ان نظموں کو ان کی داخلیت کی دھیمی دھیمی آنچ سے تعبیر بھی کیا ہے۔ڈاکٹر شکیل الرحمٰن نے ایک اور اہم بات بھی کی ہے کہ اختر الایمان کی نظموں میں اصوات کی تنظیم ان کے المیہ کرداروں کے جذباتی اور ذہنی زندگی کے تجربوں سے گہری مطابقت رکھتی ہے۔ اختر الایمان نے المیہ خیالات کے اظہار کے لیے زبان اور اسلوب کا انتخاب بھی جذبات کے مطابق کیا ہے جو ان کی انفرادیت کی پہچان بن گیا ہے۔اختر الایمان کی ایسی نظموں میں ان کی اپنی ذات سے لے کر عام انسانوں تک کا داخلی اور خارجی دونوں طرح کا کرب اور دکھ بیان ہوا ہے اور المیہ کرداروں کی ذہنی اور جذباتی زندگی کے تجربات کا یہ کرب اور غم ان کی اصواتی تنظیم کے عین مطابق ہے۔نظم "خود فریبی" میں زندگی کے تجربات اور اصوات کا گہرا رچاؤ ملتا ہے:

رفتگاں بچھڑے نہیں،وقفہ ہے اک تھوڑا سا  
وصل اور ہجر کے مابین،ابھی ثانیہ بعد  
جس کو گر سوچیے بن جاتا ہے صدیوں کا فراق  
اُن سے مل جائیں گے ہم جن کی ملاقات ہے سعد  
حشر کچھ دُور نہیں،وقت ہے کوندے کی لپک

اور یہ دُوری، یہ اک کرب سا بے حد وحساب
دائمی وصل میں، قُربت میں، بدل جائے گا
یوں بھی بہلاتے ہیں وارفتہ طبیعت جی کو
ایسا ہوتا ہے کہ غم یُوں بھی غلط کرتے ہیں (۱۰)

اختر الایمان نے موت اور زندگی کے درمیان ایک ثانیے کا فاصلہ بیان کیا ہے ۔انھوں نے موت اور زندگی کو ہجر اور وصل کے معانی دیے ہیں ۔اختر الایمان نے موت کو دائمی وصل اور قربت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک روز حشر کچھ زیادہ دور نہیں ہے ۔انھوں نے گزرتے لمحات کو "وقت ہے کوندے کی لپک" سے تعبیر کیا ہے ۔ان کی مختصر نظموں میں زندگی کی بے ثباتی کا ذکر بھی خوب صورتی کے ساتھ آیا ہے ۔انسان کا جو سفر ازل سے شروع ہوا تھا وہ اپنی حتمی منزل موت یعنی ابد تک جاری رہے گا ۔انسان مسلسل غموں کے ہاتھوں اذیت سے بھرپور زندگی بسر کر رہا ہے ۔زندگی کے خاتمے تک اس کے خواب اور آرزوئیں ادھوری ہی رہتی ہیں ۔ان کی تشفی نہیں ہو پاتی ہے جس کے نتیجے میں انسانی زندگی پر غم اور دکھ کے بادل گھرے ہو جاتے ہیں ۔اختر الایمان نے ایسے ہی جذبات کو اپنی نظموں میں بیان کیا ہے ۔جس کی وجہ سے ان کی نظموں میں افسردگی، غم اور دکھ کی گہری فضا موجود ہے اور اس فضا کو بعض ناقدین نے گہری افسردگی اور قنوطیت کا نام دیا ہے ۔اسے ڈاکٹر شکیل الرحمٰن نے ان کی رومانیت سے تعبیر کیا ہے:

> "اردو کے بعض نقاد جسے اختر الایمان کی گہری افسردگی، گریز اور قنوطیت سے تعبیر کر رہے تھے وہ ان کی رومانیت ہی تو تھی ۔اخلاقی اور معاشرتی قدروں کے ٹکراؤ اور تصادم اور سیاسی عقیدوں اور اصولوں کی کشمکش میں سچائی کی تلاش وجستجو کے لیے فنکار خارجی حقیقتوں سے بہت سے تاثرات لے کر گریز کرتا ہے، ماضی کی یادیں سہارا دیتی ہیں ۔اختر الایمان کی شاعری اس رومانی گریز کی عمدہ مثال ہے ۔" (۱۱)

ڈاکٹر شکیل الرحمٰن نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اختر الایمان کی شاعری تہذیبی اور معاشرتی اقدار کے تصادم کی سچی داستان ہے اور انھوں نے اپنی شاعری کے مضامین کے لیے ماضی کی یادوں اور خارجیت سے بہت کچھ حاصل کیا ہے ۔اختر الایمان کی شاعری میں اداسی اور افسردگی کی جو فضا ہے اس کا سبب بھی گرد و پیش کا ماحول اور حالات ہی تھے ۔اختر الایمان اپنی شاعری کے ذریعے انسانی زندگی میں غموں اور دکھوں کے پیچھے چھپی سچی حقیقتوں کی تلاش میں نظر آتے ہیں ۔اختر الایمان کی شاعری میں سیاسی، سماجی اور تہذیبی سطح پر ہونے والے تصادم کی بازگشت بھی سنائی دیتی ہے ۔نظم "عذاب" کے اشعار دیکھیے :

یہ جسم میرا نہیں ہے، تمام عمر مجھے
یہی خلش رہی، اور جسم ہے اگر میرا

تو روح میری نہیں، قید کر دیا ہے اسے
کسی اک ایسے بدن میں جو ہے قفس اس کا
یہ سال اور مہینے، یہ دن کے لمحات
اک ایسے کرب میں گزرے جو بے ثمر نکلا
مگر یہ میرا مقدر ہے اپنے آپ کو میں
عذاب جاں سہی، اس سے چھڑا نہیں سکتا (۱۲)

اختر الایمان کی اس نظم میں داخلی کرب اور عذاب جاں کا احساس نمایاں ہے۔ انھوں نے اپنے جسم کو مسلسل خلش اور اذیت کا شکار دکھایا ہے اور اس جسم میں روح کو قیدی قرار دیا ہے۔ نظم "عذاب" میں ان کی پوری زندگی کے شب و روز کے غمگین اور افسردہ لمحات سے اکتاہٹ، بے زاری اور تھکاوٹ کا پہلو نمایاں ہے۔ بہت سی نظموں میں انھوں نے اپنی ذات کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے اپنے عہد اور عوام کی بات کی ہے۔ وہ بظاہر اپنا تجربہ، اپنا دکھ اور اپنا احساس بیان کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ ہر عام انسان کا تجربہ، دکھ اور احساس ہوتا ہے۔ انھوں نے یہ سب کچھ بیان کرنے کے لیے مختلف تکنیکی حربے اختیار کیے ہیں۔ اپنی نظموں میں چھوٹے بڑے مصرعوں کا استعمال نہایت خوبصورتی سے کیا ہے۔ اس طرح مصرعوں کے استعمال سے ان کی نظموں میں خاص صوتی آہنگ اور ترنم پیدا ہو گیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر شمشاد جہاں لکھتی ہیں کہ "ضرورت کے مطابق مصرعوں کو توڑنے، چھوٹا یا بڑا کرنے کا عمل اکثر ان کے یہاں ملتا ہے۔" (۱۳)

ان کی بہت سی نظموں میں لفظوں، جملوں اور مصرعوں کی تکرار کا عنصر بھی پایا جاتا ہے جو ترنم اور موسیقیت پیدا کرنے کا ایک فن ہے۔ "اتفاق" ایسی ہی نظم ہے جس میں مصرعوں کو توڑ کر اور چھوٹا بڑا کر کے خوبصورت آہنگ پیدا کیا گیا ہے۔ نظم "اتفاق" میں دیارِ غیر میں بسنے والے ایک عام انسان کی دلی کیفیت اور ذہنی المیہ کا بیان ہے۔ پردیس میں ایک اجنبی کی کیا کیفیت اور حالت ہوتی ہے، اختر الایمان نے "اتفاق" میں اسی کا نقشہ کھینچا ہے:

دیارِ غیر میں کوئی جہاں نہ اپنا ہو
شدید کرب کی گھڑیاں گزار چکنے پر
کچھ اتفاق ہو ایسا کہ ایک شام کہیں
کسی اک ایسی جگہ سے ہو یونہی میرا گزر
جہاں ہجوم گریزاں میں تم نظر آ جاؤ
اور ایک ایک کو حیرت سے دیکھتا رہ جائے! (۱۴)

اس نظم میں اختر الایمان نے جہاں ایک جانب مصرعوں کی شکست و ریخت سے کام لے کر اپنے

کھردرے لہجے کو پرکشش، مترنم اور دلکش بنانے کی کوشش کی ہے وہاں دوسری طرف لفظوں اور مصرعوں کی تکرار، دلکش قافیوں اور ردیفوں کے استعمال سے صوتی آہنگ بھی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔اختر الایمان اس کوشش میں خاصی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں اور اس انداز سے ان کی نظموں کو ایک خاص غنائیت نصیب ہوئی ہے جس کے نیچے ان کا کھردرا اور انتشار آمیز لہجہ دب گیا ہے۔انھوں نے مختصر نظموں میں چھوٹی بحروں کی مدد سے غنائیت اور ترنم کے رنگ بھر دیے ہیں۔اس حوالے سے ڈاکٹر شکیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

"مختصر نظموں میں مصرعوں کو توڑ کر، پہلے مصرعے کو دوسرے میں مکمل کر کے اور دوسرے مصرعے کو تیسرے مصرعے کے درمیان میں ختم کر کے اور بعض مصرعوں کو دہرا کے تاثر گہرا کیا گیا ہے۔"(۱۵)

ہمیں اختر الایمان کی ایسی بہت سی مختصر نظمیں ملتی ہیں جن میں انھوں نے اس قسم کی تکنیک سے کام لے کر صوتی آہنگ پیدا کیا ہے اور ان کی کئی نظمیں بہترین صوتی آہنگ اور ترنم کی مثال بن گئی ہیں۔اختر الایمان ایسی نظموں میں کھردرے لہجے اور سنگلاخ زمینوں سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ان کی یہ نظمیں غنائی انداز لیے ہوئے ہیں اور دوسری نظموں سے بالکل مختلف دکھائی دیتی ہیں۔اختر الایمان کے اس صوتی آہنگ اور ترنم پر بھی اداسی اور پُراسراریت کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے ان نظموں میں کسی اداس شاعر کی روح حلول کر آئی ہے۔نظم "دستک" ایسی ہی مثال ہے:

کھٹکھٹاتا ہے درِ خفتہ کوئی!
انتظار، اشک، گماں، کچھ بھی نہیں
شمع، پروانے، دھواں، کچھ بھی نہیں
سوچ لوں باز کروں در، نہ کروں
شیشہ و سنگ کی جھنکار سنوں
آج کیا کہتے ہیں غم خوار سنوں
اس سے پہلے بھی یہ دروازہ کھلا
اس سے پہلے بھی یہ دروازہ کھلا
اس سے پہلے بھی یہ دروازہ کھلا (۱۶)

اس نظم میں دلکش قوافی، لفظوں اور جملوں کی تکرار سے خوبصورت صوتی آہنگ پیدا کیا گیا ہے اور ایسا لگتا ہی نہیں کہ یہ اسی شاعر کی شاعری ہے جس کے کھردرے لہجے کی بازگشت ایک عرصہ تک سنائی دیتی رہی ہے۔اختر الایمان نے "اس سے پہلے بھی یہ دروازہ کھلا" والے مصرعے کو تین بار استعمال کیا ہے اور ایک خوب صورت آہنگ پیدا کیا ہے۔اختر الایمان کی اس انداز میں لہجے کی پُراسراریت بھی محسوس ہوتی ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر شکیل الرحمٰن رقم طراز ہیں کہ "اختر الایمان کی بعض نظموں میں عروضی قواعد کی پابندی سے زیادہ تاثر کے تسلسل اور صوتی آہنگ کی اہمیت ہے۔"(۱۷)

ڈاکٹر شکیل الرحمٰن کی رائے اختر الایمان کی نظموں کی روشنی میں خاصی حد تک سچ اور حقیقت پر مبنی دکھائی دیتی ہے۔ان کی نظموں میں زیادہ توجہ نظم کے تاثر کو زائل ہونے سے بچانے کے لیے لگتی ہے۔ اختر الایمان عروضی قواعد کی پابندی سے زیادہ نظم کے آہنگ اور تاثر پر زیادہ دھیان دیتے ہیں۔وہ بعض نظموں میں عروض اور بحروں کی پابندی سے دور بھاگتے دکھائی دیتے ہیں۔ان کی نظموں میں فنی اور تکنیکی پابندیوں سے آزادی کی گونج بھی سنائی دیتی ہے۔نظم "دستک"، "قدر مشترک" اور "تادیب" میں عروضی قواعد کی پابندی سے زیادہ تاثر اور صوتی آہنگ کو اہمیت دی گئی ہے:

شہر سب ایک سے ہوتے ہیں، کہیں
قحبہ خانے ہیں بہت، اور کہیں
رہنما ڈھیر سے یا لوگ جرائم پیشہ
مختصر یہ ہے کہ بے چاری یہ اللہ کی زمیں
اپنی گردش کے علاوہ بھی ہے مجبور بہت (۱۸)

اختر الایمان نے نظم "قدر مشترک" میں سب شہروں کو ایک جیسا قرار دیا ہے اور ان شہروں میں جرائم پیشہ افراد کے ذریعے برائیوں کو پنپتے ہوئے دکھایا ہے۔انھوں نے اس نظم میں نظریہ جبر و قدر پر بھی بات کی ہے اور اس زمین اور گردشِ زمانہ کو اللہ کے احکامات کے آگے مجبور محض قرار دیا ہے۔اس زمین میں بسنے والے انسان چاہے وہ رہنما یا مسیحا کے روپ میں ہوں یا گنا ہگار اور جرائم پیشہ افراد کے روپ میں سب میں ایک قدر مشترک ہے کہ وہ دوسروں کی اصلاح تو چاہتے ہیں لیکن اپنی نہیں کرتے ہیں۔حالانکہ اصلاح کا آغاز انسان کی اپنی ذات سے ہوتا ہے۔اپنی اصلاح کے بعد ہی انسان دوسرے انسانوں کی اصلاح کا فریضہ بہتر انداز میں انجام دے سکتا ہے۔شاعر نے نظم "تادیب" میں بھی ایسی ہی باتیں کی ہیں:

دوسروں کو سُدھارنے مت جاؤ
اپنی اصلاح پر نظر رکھو
لوگ کیا کر رہے ہیں، چھوڑو انھیں
اپنے افعال کی خبر رکھو
سرزنش اپنی خوب کرتے رہو
ایک شہدا جہاں میں کم ہوگا! (۱۹)

اختر الایمان کی مختصر نظموں میں کہیں کہیں حسن و محبت اور جنسی جذبات کا اظہار بھی ملتا ہے۔انھوں نے جنسی جذبات کے بیان میں بڑے متوازن انداز اور سلیقے سے کام لیا ہے۔ان کی نظموں میں جنسی لذت تو ملتی ہے لیکن ہوش مندی کے ساتھ۔محبوب کے وجود کا احساس تو ملتا ہے لیکن پردے اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ۔

ان کی نظموں میں محبوب کا سراپا مشرقی اقدار کے زیادہ قریب ہے۔ان کے ہاں جنسی جذبات عامیانہ نہیں ہو پاتے ہیں۔وہ نہایت دلکش انداز میں قرینے سے سب کچھ کہہ جاتے ہیں اور لذت پسندی میں شدت کا گماں تک نہیں ہونے دیتے ہیں۔نظم "تضاد" اسی رنگ کے جذبات کی غماز ہے:

میں کھڑکی کے نیچے کھڑا ہوا تھا
تم شاید کمرے میں سوئی ہوئی تھیں

چاند فضا میں دھیرے دھیرے تیر رہا تھا
دن کی چیخیں سناٹے میں کھوئی ہوئی تھیں
ہوٹل کے اک کمرے سے کل جب اک لڑکا
اپنی محبوبہ کی بانہوں میں بانہیں ڈالے نکلا
مجھ کو وہ پھیکا سا منظر یاد آیا (۴۰)

اس مختصر سی نظم میں اختر الایمان نے پوری جنسی کیفیت کو سلیقے اور ڈھنگ کے ساتھ دبے لفظوں میں بیان کردیا ہے۔انھوں نے جہاں ایک طرف نوجوان لڑکے کو اپنی محبوبہ کی بانہوں میں دکھایا ہے تو دوسری طرف کسی حسینہ کے لیے اپنے دلی جذبات کا اظہار بھی کردیا ہے۔ان کی یہ نظم خارجی حالات اور داخلی واردات کا ملا جلا بیان ہے۔

اختر الایمان نے اپنی شاعری بالخصوص مختصر نظموں میں اپنی زندگی اور عہد سے جڑے ہر موضوع پر بات کی ہے۔ان کی مختصر نظمیں داخلیت اور خارجیت کا حسین امتزاج ہیں۔ان کی یہ مختصر نظمیں سوگ، نئی صبح، قلوپطرہ، جمود، جب اور اب، اتفاق، عہد وفا، تبدیلی، دستک، پہلی کرن، تجدید، پس و پیش، دُور کی آواز، اعتماد، ایک پرتو، سکون، پکار، گردِ سفر کا دامن پھیلا، سر را ہگذارے، یوں نہ کہو، سلسلے، انتظار، چلو کہ آج، شفقی، آخر شب، رخصت، میں اور تو، رزم، جانِ شیریں، سحر، نیا شہر، دعا، مامن، کتبہ، وقت کی کہانی، بے تعلقی، ایک لڑکی کے نام، تسکین، کل کی بات، ایک بات، برندابن کی گوپی، بیٹے نے کہا، فاصلہ، بے چارگی، خود فریبی، دو پربت، نادیدہ، دوسرا سوال، نیند کی پریاں، معمول، تفاوت، بیداد، رابطہ، شیشہ کا آدمی، مُداوا، قدرِ مشترک، پیمان، جلا وطن، گریز، تادیب، نیا آہنگ، مرگِ نغمات، ایک کیفیت، لطیفہ، توکل، تضاد، دن کا سفر، حسن پرست، صبحِ کاذب، الٹے پاؤں والے لوگ، اور اب سوچتے ہیں، گُریز پا، کفارہ، بازگشت، خمیر، اچانک، عذاب، نہ مرنے والا آدمی، مکافات، بند کمرہ، جمالِ ہم نشیں، حرفِ تمنا، صریرِ خامہ، نقلِ مکاں، زوال، گرم ہوا، سترویں سالگرہ، بازگشت، بچھڑا ہوا آدمی، نجات، تشخیص، ماضی استمراری، پشیمانی، خلا، گرگٹ اور نیاز، زندگی کا ہر موضوع اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں اور ان کا اندازِ بیاں انفرادی خصوصیات کا حامل ہے۔ان تمام نظموں کی طوالت چار سے تیرہ مصرعوں تک محیط ہے لیکن معنویت کے اعتبار سے ایسی نظمیں اپنا ثانی نہیں رکھتی ہیں۔

بلاشبہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اختر الایمان کی مختصر نظمیں اردو شاعری میں اپنے منفرد انداز اور اسلوب کا حسین امتزاج ہیں۔ مختصر نظم کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک مختصر افسانہ۔ جس طرح ایک مختصر افسانہ معنویت کے اعتبار سے وسعت کا حامل ہوتا ہے بالکل ایسے ہی ایک مختصر نظم میں بھی شاعر اپنا تمام مافی الضمیر چند مصرعوں میں واضح طور پر بیان کر دیتا ہے۔ مختصر نظم لفظیات کے اعتبار سے تو محدود لیکن معنویت کے اعتبار سے بہت وسیع ہوتی ہے۔ اختر الایمان نے مختصر نظم کا جو فن اردو شاعری کو دیا ہے وہ انھیں اردو ادب میں زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ ان کی مختصر نظموں کو اردو ادب اور شاعری میں ہمیشہ کلیدی مقام حاصل رہے گا۔ ان کی مختصر نظموں کے بغیر اردو نظم کی تاریخ ادھوری ہے۔ ان کی یہ نظمیں ان کے عہد کا ضمیر ہیں۔

☆☆☆☆☆

## حوالے


(۱) شمشاد جہاں، ڈاکٹر، اختر الایمان کی نظم نگاری، کتابی دنیا: دہلی، ۲۰۰۶ء، ص ۵

(۲) اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، مرتبین، بیدار بخت، سلطانہ ایمان، آج: کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۳۰

(۳) ایضاً، ص ۵۸ (۴) ایضاً، ص ۶۱ (۵) ایضاً، ص ۸۴

(۶) عقیل احمد صدیقی، جدید اردو نظم: نظریہ وعمل، بیکن بکس: لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۳۰۵

(۷) اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص ۳۱ (۸) ایضاً، ص ۳۶

(۹) شکیل الرحمٰن، ڈاکٹر، اختر الایمان.. جمالیاتی لیجنڈ، اردو مرکز: عظیم آباد، ۱۹۹۷ء، ص ۱۸

(۱۰) اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص ۳۳۳

(۱۱) شکیل الرحمٰن، ڈاکٹر، اختر الایمان.. جمالیاتی لیجنڈ، ص ۱۱

(۱۲) اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص ۴۶۶

(۱۳) شمشاد جہاں، ڈاکٹر، اختر الایمان کی نظم نگاری، ص ۱۳۹

(۱۴) اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص ۱۶۲

(۱۵) شکیل الرحمٰن، ڈاکٹر، اختر الایمان.. جمالیاتی لیجنڈ، ص ۴۸

(۱۶) اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص ۱۶۹

(۱۷) شکیل الرحمٰن، ڈاکٹر، اختر الایمان.. جمالیاتی لیجنڈ، ص ۴۷

(۱۸) اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص ۳۷۲

(۱۹) ایضاً، ص ۳۹۱ (۲۰) ایضاً، ص ۴۰۷